دعوتِ اسلامی کی حقیقی نوعیّت

مشرکین کی عداوت کے اسباب اور ان کی ناکامی کے وجوہ

اب ہمیں اُس بحث کے دوسرے حصے کو لینا ہے جو گذشتہ باب میں چھیڑی گئی تھی۔ پچھلے باب میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ حضور کو، اور آپ کے ذریعہ سے آپ کے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے کیا ہدایات دی گئی تھیں تاکہ وہ جاہلیت کے علمبرداروں کی مخالفت کا مقابلہ اخلاق کے ہتھیاروں سے کریں، دلوں کو حکمت، عالی ظرفی، اور صبر و تحمل سے مسخر کریں، ہٹ دھرمی، تعصب اور ضد کی چٹانوں کو معقول اور دل لگتے دلائل سے توڑ کر دعوتِ حق کو آگے بڑھانے کے لیے راستہ نکالیں، اور انسانوں کے جمگھٹ میں سے اُن لوگوں کو چھانٹ چھانٹ کر اپنے ساتھ ملاتے جائیں جن کے اندر حق پسندی و حق پرستی کا جوہر پایا جاتا ہو۔

اس کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت لے کر اٹھے تھے اس کی حقیقی نوعیت کیا تھی، اس کے امتیازی اوصاف کیا تھے، وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر سب سے پہلے قریش اور پھر عرب کے دوسرے لوگ اس کی مخالفت پر تل گئے، اور پھر اس دعوت میں وہ کیا قوت تھی جس نے بالآخر تمام مخالفین کو بے بس کر کے وہ عظیم کامیابی حاصل کی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

یہ بحث چونکہ بڑی تفصیل چاہتی ہے، اس لیے ہم ۶ فصلوں میں اسے بیان کریں گے۔

(۱) توحید کی تعلیم اور شرک کی تردید۔

(۲) رسالت محمدیہ پر ایمان کی دعوت۔

(۳) قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان کی دعوت۔

(۴) آخرت پر ایمان کی دعوت۔

(۵) اخلاقی تعلیمات

(۶) عالمگیر امت مسلمہ کی تاسیس۔

(۷) نبی اور غیر نبی کے طریق کار کا فرق۔

فصل اول

توحید کی تعلیم اور شرک کی تردید

دعوت اسلامی کے نکات میں سے اولین، سب سے اہم اور بنیادی نکتہ توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال تھا۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نبوت سے قبل توحید کے قائل اور شرک کے منکر تھے، اور آپ کے ہمعصروں میں بھی اور آپ کے دور سے پہلے گزرے ہوئے اہل عرب میں بھی اس عقیدے کے لوگ پائے جاتے تھے۔ مگر بہت فرق ہے اس بات میں کہ کوئی شخص اقرارِ توحید و انکارِ شرک کا محض عقیدہ رکھتا ہو یا زیادہ سے زیادہ بس اس کا اظہار کر دینے پر اکتفا کرتا ہو، اور اس بات میں کہ کوئی شخص لوگوں کے اندر اس عقیدے کو پھیلانے کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور عام دعوت دے کہ لوگ شرک چھوڑ دیں اور توحید کو تسلیم کر لیں۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر جو چیز اُس سادہ سے عقیدے اور اس کھلی تبلیغ و دعوت کے درمیان فرقِ عظیم پیدا کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اِس کام کا بیڑا اٹھائے وہ بار بار بڑے زور دار دلائل کے ساتھ شرک کے ایک ایک پہلو کی تردید کرے اور نہایت مفصل طریقے سے خدا کی محض وحدانیت ہی بدلائل ثابت نہ کرے بلکہ اِس وحدانیت کے معنی و مفہوم اور اس کو ماننے کے مقتضیات بھی بیان کر کے لوگوں کو پیہم دعوت دے کہ وہ اِس تفصیل کے ساتھ اللہ کی توحید پر ایمان لائیں۔

یہی کام تھا جو منصب رسالت پر مامور ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور یہی کفار سے آپ کی نزاع کا پہلا سبب بنا کیونکہ اس کا ہر جزء اُن کے عقائد، تعصبات اور صدیوں کے جمے ہوئے تصورات سے ٹکراتا تھا۔

توحید کی صاف صاف اور بے لاگ تعلیم عرب کے مشرک معاشرے میں اصل مسئلہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو نہیں بلکہ اس کی وحدانیت کو تسلیم کرانے کا تھا۔ مشرکین اللہ کی ہستی کے منکر نہ تھے۔ وہ اُسی کو اپنا اور ساری کائنات کا خالق مانتے تھے۔ اُنہیں اُس کے رب اور اِلٰہ ہونے سے بھی انکار نہ تھا، اور اس کی عبادت کے بھی وہ مخالف نہ تھے۔ البتہ جس گمراہی میں وہ مبتلا تھے وہ یہ تھی کہ وہ اُلوہیت اور رُبوبیت کو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کے ساتھ دوسرے بہت سے اِلٰہوں کو بھی خدائی میں شریک ٹھیراتے تھے اور اللہ کی عبادت کے ساتھ اُن کی عبادت

سکے کبھی قائل تھے - اِس معاملہ میں ان کی شدت کا حال یہ تھا کہ :

وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ	اور اے نبی، جب تم قرآن میں اپنے ایک ہی
وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ	رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ نفرت سے منہ موڑ کر
نُفُورًا ۝ (بنی اسرائیل : ۴۶)	پلٹ جاتے ہیں۔

"یعنی انہیں یہ بات سخت ناگوار ہوتی ہے کہ تم بس اللہ ہی کو رب قرار دیتے ہو، اُن کے بنائے ہوئے دوسرے ارباب کا کوئی ذکر نہیں کرتے - اُن کو یہ "وہابیت" ایک آن پسند نہیں آتی کہ آدمی بس اللہ ہی اللہ کی رٹ لگائے چلا جائے - نہ بزرگوں کے تصرفات کا کوئی ذکر - نہ آستانوں کی فیض رسانی کا کوئی اعتراف - نہ اُن شخصیتوں کی خدمت میں کوئی خراجِ تحسین جن پر، اُن کے خیال میں، اللہ نے اپنی خدائی کے اختیارات بانٹ رکھے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ یہ عجیب شخص ہے جس کے نزدیک علم غیب ہے تو اللہ کو، قدرت ہے تو اللہ کی تصرفات و اختیارات ہیں تو بس ایک اللہ ہی کے - آخر یہ ہمارے آستانوں والے بھی کوئی چیز ہیں یا نہیں جن کے ہاں سے ہمیں اولاد ملتی ہے، بیماروں کو شفا نصیب ہوتی ہے، کاروبار چمکتے ہیں اور منہ مانگی مرادیں بر آتی ہیں؟" (تفہیم القرآن، جلد دوم، بنی اسرائیل - حاشیہ ۵۲)

دوسری جگہ قرآن میں اُن کی توحید سے بیزاری اور شرک میں اُن کے استغراق کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ	اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت
قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ	پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں
وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ	اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو
يَسْتَبْشِرُونَ ۝ (الزمر: ۴۵)	یکایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔

"یہ بات قریب قریب ساری دنیا کے مشرکانہ ذوق رکھنے والوں میں مشترک ہے - زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، لیکن حالت یہ ہے کہ اکیلے اللہ کا ذکر کیجیے تو ان کے چہرے بگڑنے لگتے ہیں - کہتے ہیں کہ یہ شخص ضرور بزرگوں اور اولیاء کو نہیں مانتا، جبھی تو بس اللہ ہی اللہ کی باتیں کیے جاتا ہے - اور اگر دوسروں کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں کی کلی کھل جاتی ہے اور بشاشت سے ان کے چہرے دمکنے لگتے ہیں - اِس طرزِ عمل سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کو اصل میں دلچسپی اور محبت کس

سے ہے۔" (تفہیم القرآن، جلد چہارم، الزمر، حاشیہ ۶۴)

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ (الصّٰفّٰت: ۳۵-۳۶)

ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا "اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے" تو گھمنڈ میں آجاتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟

اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت اعتراض تھا کہ:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ (صٓ: ۵)

کیا اس شخص نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا قرار دے دیا؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔

اس معاشرے اور ان خیالات کے لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر بار بار اور تکرار اور پورے زور کے ساتھ اعلان کیا کہ اللہ ہی ایک الٰہ اور رب ہے، اور کسی دوسرے کا الوہیت و ربوبیت میں کوئی حصہ نہیں۔

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ (طٰہٰ: ۹۸)

تمھارا خدا تو بس وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، ہر چیز پر اس کا علم وسیع ہے۔

بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ (الانبیاء: ۵۶)

بلکہ تمھارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ (الصّٰفّٰت: ۴-۵)

درحقیقت تمھارا خدا صرف ایک ہے، آسمانوں اور زمین کا اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب اور سارے مشرقوں کا رب۔

"یعنی جو کائنات کا مالک و فرماں روا (رب) ہے وہی انسانوں کا خدا (الٰہ اور معبود) ہے، اور وہی درحقیقت معبود ہو سکتا ہے، اور اُسی کو معبود ہونا چاہیے۔ یہ بات قطعی غلط ہے کہ کائنات اور تم سمیت کائنات کی ہر چیز کا رب (یعنی مالک اور حاکم اور مربی اور پروردگار) تو کوئی ہو اور الٰہ (عبادت کا مستحق) کوئی اور ہو جائے۔" (تفہیم القرآن، جلد چہارم، الصّٰفّٰت، خلاصہ حاشیہ ۴)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ رَبُّ

اے نبی، کہو کہ میں تو بس خبردار کر دینے والا ہوں۔ اور کوئی خدا اُس ایک اللہ کے سوا نہیں جو سب پر

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝ (صٓ: ۶۵ تا ۶۸)

غالب ہے، جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے، جو زبردست اور بڑا درگزر کرنے والا ہے۔ اے نبی، کہو کہ یہ ایک بڑی خبر ہے جس سے تم منہ موڑے ہوئے ہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ (النحل: ۵۱)

اور اللہ نے فرمایا کہ دو الٰہ (خدا اور معبود) نہ بنالو، خدا تو بس وہ ایک ہی ہے، لہٰذا تم مجھی سے ڈرو۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝ (الزخرف: ۸۴)

اور وہی ایک آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا، اور وہی حکیم اور علیم ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (القصص: ۸۸)

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہو جانے والی ہے اُس کی ذات کے سوا۔ فرمانروائی اُسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

مشرکین نے حضورؐ سے پوچھا کہ جس رب کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس کا نسب ہمیں بتاؤ، وہ کس چیز سے بنا ہوا ہے، کس سے اُس نے دنیا کی وراثت پائی ہے، اور کون اس کے بعد یہ وراثت پائے گا؟ اس کے جواب میں توحید کی ایسی واضح، جامع اور مختصر تعریف بیان کی گئی جو دلوں میں تیر کی طرح پیوست ہو جانے والی تھی، جس کے ساتھ شرک کا شائبہ تک دماغ میں جگہ نہ پا سکتا تھا، جس کا ایک ایک لفظ توحید کے تصور کو نکھار کر پیش کر رہا تھا، اور اس کے ساتھ کمال یہ تھا کہ چار مختصر اور بلیغ فقروں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کسی سننے والے کے بس میں یہ نہ تھا کہ اسے اپنے حافظہ سے نکال دے اور وہ زبانوں پر چڑھے بغیر رہ جائے۔ ارشاد ہوا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

اے نبی، کہو وہ اللہ ہے، یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔

(الاخلاص) اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

پہلے فقرے کا مطلب یہ ہے کہ میرے جس رب کے متعلق تم مجھ سے پوچھتے ہو، اور جس کو میں ربّ واحد ماننا اور منوانا چاہتا ہوں، وہ کوئی نیا اور نرالا اور میرا اپنا گھڑا ہوا رب نہیں ہے، بلکہ وہی ہے جس کو تم خود اپنی زبان میں اللہ کہتے ہو۔ جس کے اس گھر (کعبہ) کو بیت اللہ کہتے ہو۔ جس سے ابرہہ کے حملہ کے وقت تم نے ابھی چالیس بیالیس برس پہلے دعائیں مانگی تھیں کہ وہ تم کو بچائے اور اُس وقت اپنے دوسرے سب الٰہوں کو تم بھول گئے تھے۔ جس کے متعلق تم خود مانتے ہو کہ تمہارا اور زمین و آسمان کا اور دنیا کی ہر چیز کا خالق وہی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ اَحَد ہے۔ ہر عرب اس بات کو جانتا تھا کہ یہاں اللہ کو واحد کہنے کے بجائے اَحَد کہنے کے معنی کیا ہیں۔ واحِد (ایک) کا لفظ عربی زبان میں ہر اُس چیز کے لیے بولتے ہیں جو محض کسی خاص حیثیت سے ایک ہو، خواہ دوسری بے شمار حیثیتوں سے اس کے اندر طرح طرح کی کثرتیں پائی جاتی ہوں۔ مثلاً ایک گھر، ایک آدمی، ایک خاندان، ایک قوم، ایک ملک، ایک دنیا۔ اس کے برعکس اَحَد کے لفظ کو وصف کے طور پر کسی ہستی کے لیے بولنا عربی زبان میں کسی کی وحدانیت بیان کرنے کے لیے ایک غیر معمولی استعمال تھا جس کی کوئی نظیر سورۂ اخلاص کے نزول سے پہلے لغتِ عرب کے استعمالات میں نہیں پائی جاتی تھی[1]۔ پس اللہ کو اَحَد کہنا خود یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ ہر لحاظ سے یکتا و یگانہ ہے۔ وہ خداؤں کی کسی جنس کا فرد نہیں ہے کہ اس کے ہم جنس دوسرے افراد بھی خدا ہوں، بلکہ وجود میں وہ فرد فرید اور خدائی میں وہ بالکل اکیلا ہے۔ اس کے اندر کسی حیثیت سے بھی کوئی کثرت نہیں ہے۔ وہ اَجزاء سے مرکّب وجود نہیں ہے جو قابلِ تجزیہ و تقسیم ہو، جو کوئی شکل و صورت رکھتا ہو، جو کسی جگہ میں رہتا ہو، جس سے کوئی چیز نکلتی ہو یا کوئی چیز اس کے اندر داخل ہوتی ہو، جس کا کوئی رنگ ہو، جس کے کچھ اعضاء ہوں، جس کی کوئی سمت اور جہت ہو، اور جس کے اندر کسی قسم کا تغیر و تبدل ہوتا ہو۔ تمام اقسام کی کثرتوں سے پاک اور مُنزّہ وہ ایک ہی ذاتِ خداوندی ہے جو ہر لحاظ سے اَحَد ہے، اور جب وہ اَحَد ہے تو اُلوہیت اور ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا، اس کی ذات،

---

[1] واضح رہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لیے تنہا لفظِ واحد کہیں استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا لفظ لگا کر اللہ کے ایک ہونے کی حیثیت کو دنیا کی دوسری اشیاء میں سے کسی کے ایک ہونے کی حیثیت سے الگ کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اِلٰهًا وَّاحِدًا یا اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ لیکن سورۂ اخلاص میں لفظ اَحَد اللہ کے لیے مطلقاً بطورِ وصف استعمال کیا گیا ہے اور یہ استعمال ذاتِ الٰہی کے لیے خاص ہے۔

صفات، اختیارات اور حقوق میں کوئی اس کا حصہ دار نہیں ہو سکتا، موجوداتِ عالم میں سے کوئی اس کے مشابہ اور مُماثل نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا کہ وہ الصَّمَد ہے۔ لفظِ صَمَد عربی میں کثرت سے مستعمل تھا اور ہر عرب اس کے معنی جانتا تھا۔ وہ ہر اُس شخص کے لیے بولا جاتا تھا جو دوسروں کا محتاج نہ ہو اور لوگ جس کی طرف اپنی حاجات میں رجوع کرتے ہوں، جو دوسروں سے برتر ہو اور کوئی اُس سے بالاتر نہ ہو، جس کی اطاعت کی جاتی ہو اور جس کے بغیر کسی معاملہ کا فیصلہ نہ کیا جاتا ہو۔ جس میں کوئی کمزوری نہ ہو، جو بے عیب ہو، جس پر کوئی آفت نہ آتی ہو، جو اپنی مرضی سے جو چاہے فیصلہ کرے اور کوئی اس کے فیصلے پر نظرِ ثانی کرنے والا نہ ہو اور جو سرداری کی صفات میں کامل ہو۔ پھر یہ لفظ ایسی چیز کے لیے بھی بولا جاتا تھا جو ٹھوس ہو، جس میں کوئی خول اور جھول نہ ہو، جس سے نہ کوئی چیز نکلتی ہو اور نہ جس کے اندر کوئی چیز داخل ہوتی ہو۔ جو دائم اور بلند و بالا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے محض صَمَد نہیں بلکہ اَلصَّمَد کا لفظ استعمال کیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ دوسری تمام ہستیاں اور اشیاء تو کسی ایک لحاظ سے صَمَد ہیں اور دوسرے بہت سے لحاظوں سے صمد نہیں ہیں، مگر ہر لحاظ سے کامل طور پر الصَّمَد صرف اللہ ہی ہے۔

پھر فرمایا کہ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ یہ فقرہ اُن تمام مشرکانہ خیالات کی جڑ کاٹ دیتا تھا جن کی بنا پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ خداؤں کی بھی کوئی جنس ہے جس میں اُسی طرح توالد و تناسُل کا سلسلہ چلتا ہے جس طرح انسانوں میں چلتا ہے۔ اِس تصور کی بیخ کنی کر کے لوگوں کو بتا دیا گیا کہ وہی اکیلا خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نہ اس سے پہلے کوئی خدا تھا جس سے وہ پیدا ہوا ہو، اور نہ اس کے بعد کوئی خدا ہے یا ہو سکتا ہے جو اُس سے پیدا ہو۔

آخر میں ارشاد ہوا کہ کوئی اس کا کُفُو نہیں ہے۔ کفو کے معنی ہیں نظیر، مُشابہ، مُماثل، ہم رُتبہ، ہمسر، مُساوی۔ پس یہ فقرہ ارشاد فرما کر لوگوں کو بتایا گیا کہ ساری کائنات میں کوئی نہیں ہے، نہ کبھی تھا اور نہ کبھی ہو سکتا ہے جو اللہ کے مانند، یا اس کا ہم مرتبہ ہو، یا اپنی صفات، افعال اور اختیارات میں اس سے کسی طرح کی مشابہت رکھتا ہو۔

توحید کے دلائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک معاشرے کے سامنے توحید کے اس صاف اور خالص تصور کو پیش کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ بڑے مضبوط اور ناقابلِ انکار دلائل کے ساتھ اسے ثابت بھی کیا۔

(۱) تمام انبیاء توحید کی تعلیم دیتے تھے اس سلسلے میں ایک نہایت وزنی دلیل یہ تھی کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء بھی دنیا میں آئے ہیں ان سب نے توحید ہی کی تعلیم دی تھی اور شرک سے منع کیا تھا۔ چنانچہ قرآن میں پہلے مجموعی طور پر تمام انبیاء کے متعلق

فرمایا گیا کہ:-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا	ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا اِس
أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا	تعلیم کے ساتھ کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت[1]
الطَّاغُوتَ (النحل: ۳۶)	کی بندگی سے بچو
وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ	اور اے نبی ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول
مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيْهِ أَنَّهُ	نہیں بھیجا جس کی طرف ہم نے یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے
لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝	سوا کوئی خدا نہیں ہے لہٰذا تم لوگ میری ہی
(الانبیاء: ۲۵)	بندگی کرو۔

اور پچھلی تمام اُمتوں کے متعلق بتایا گیا کہ:

وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ	اور اُن کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ	کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لیے
وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ	خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں
وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝	اور زکوٰۃ دیں۔ یہی نہایت صحیح و درست
(البیّنۃ: ۵)	دین ہے۔

پھر ایک ایک نبی کے متعلق بتایا کہ اس کی تعلیم یہی تھی۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت شعیبؑ میں سے ہر ایک اپنی قوم کو سب سے پہلے یہی تلقین کرتے ہیں کہ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ "اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے" (الاعراف ۵۹-۶۵-۷۳-۸۵- ہود ۵۰-۶۱-۸۴- المومنون ۲۳-۳۲-) حضرت یعقوبؑ مرتے وقت اپنی اولاد سے پوچھتے ہیں کہ میرے بعد تم کس کی بندگی

---

[1] علم تفسیر کے مشہور امام ابن جریر طبری نے طاغوت کی تشریح یہ کی ہے: "ہر وہ ہستی جو اللہ کے مقابلے میں سرکشی کرے، اور اللہ کے سوا جس کی بندگی کی جائے، خواہ بندگی کرنے والا اس کے جبر سے مجبور ہو کر اس کی بندگی کرے یا اپنی رضا و رغبت سے ایسا کرے، وہ طاغوت ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ کوئی انسان ہو یا شیطان یا بت یا اور کوئی چیز (جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج ۳ - صفحہ ۱۳)

کروگے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اُس ایک ہی خدا کی بندگی کریں گے جو آپ کا اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کا معبود رہا ہے۔" (البقرہ - ۱۳۳)۔ حضرت یوسفؑ اپنے قید خانے کے ساتھیوں سے کہتے ہیں:۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف: ۳۹-۴۰)	اے قید خانے کے ساتھیو، بہت سے متفرق رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اُس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ کچھ نہیں ہیں مگر چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی ہے۔ فرمانروائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔ اُس کا حکم ہے کہ خود اُس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی صحیح دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

حضرت موسیٰؑ پر پہلی وحی یہی نازل ہوئی کہ:۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (طٰهٰ: ۱۴)	میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں، پس تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔

پھر جب بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی کی تو حضرت موسیٰؑ ان پر سخت غضبناک ہوئے اور ان کے بنائے ہوئے معبود کو جلا کر خاک کر ڈالا اور فرمایا:۔

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (طٰهٰ: ۹۸)	تمہارا حقیقی معبود تو صرف وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے بار بار کہا:۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ (آل عمران - ۵۱)	درحقیقت اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، پس تم اسی کی عبادت کرو،

مریم ۳۶ - الزخرف ۶۴) یہی سیدھا راستہ ہے۔

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (المائدہ: ۷۲)

اے بنی اسرائیل، اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

مشرکین قریش کے لیے خصوصاً اور مشرکین عرب کے لیے عموماً سب سے زیادہ زبردست دلیل وہ تھی جو قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے پیش کی گئی، کیونکہ تمام مشرکین عرب اُن کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے تھے، اپنے دین کو اُن کا دین قرار دیتے تھے، اور قریش کا تو سارا فخر و ناز اور نفوذ و اثر ہی اُن سے نسبی تعلق اور ان کے تعمیر کردہ بیت اللہ کی مجاوری پر تھا۔ قرآن میں بڑی تفصیل کے ساتھ قریش اور اہل عرب کو بتایا گیا کہ نمرود کی سلطنت (عراق) سے تمہارے باپ اور پیشوا کا نکلنا اِسی جھگڑے کی بنا پر تو ہوا تھا کہ اُن کا باپ اور اُن کی قوم اور اُن کے ملک کی حکومت، سب کے سب مشرک تھے، اُنھوں نے اِس شرک کی کھلم کھلا تردید کی، قوم کو توحید کی علی الاعلان دعوت دی، بتوں کو توڑا اور اس کی پاداش میں اُن کو آگ سے بھرے ہوئے الاؤ میں پھینک دیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے زندہ و سلامت نکال دیا۔ آخر کار وہ ملک چھوڑ کر ارض کنعان کی طرف نکل گئے، پھر مکہ پہنچ کر یہ خانہ کعبہ اسی لیے بنایا کہ یہاں خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، اور اپنی اولاد کے لیے دعا کی کہ وہ بت پرستی کی گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔ اِس قصے کی تفصیلات قرآن میں مختلف مقامات پر جیسے پُرزور اور اثر انگیز طریقے سے بیان کی گئی ہیں اُن کو پڑھ کر آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ جب مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سنایا ہوگا تو قریش اور عام مشرکین کس طرح ہِل کر رہ گئے ہوں گے۔ طوالت سے بچنے کے لیے ہم یہاں پوری آیات نقل کرنے کے بجائے صرف ان کا ترجمہ درج کرتے ہیں:

"اور ابراہیمؑ کا واقعہ یاد کرو جبکہ اُس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں...... ابراہیمؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو میں اُن سب سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھیراتے ہو۔ میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رُخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں

ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اُس کی قوم اُس سے جھگڑنے لگی۔ اُس نے کہا کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے صحیح راہ دکھا دی ہے؟ اور میں تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا، ہاں اگر میرا رب کچھ چاہے تو وہ ضرور ہو سکتا ہے، میرے رب کا علم ہر چیز پر حاوی ہے، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ اور آخر میں تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جبکہ تم اللہ کے ساتھ اُن چیزوں کو شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے (شریکِ خدا ہونے کے) لیے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے؟ پھر بتاؤ، اگر تم کچھ علم رکھتے ہو کہ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی اور اطمینان کا مستحق ہے؟" (الانعام ۔ ۷۴ تا ۸۱)

"اور اے محمدؐ، اِس کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کرو، بے شک وہ ایک راستباز انسان اور نبی تھا۔ (انہیں اُس موقع کا حال سناؤ) جب اُس نے اپنے باپ سے کہا ابا جان، آپ کیوں اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں۔ ابا جان، میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤنگا۔ ابا جان، آپ شیطان کی بندگی نہ کریں، شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔ ابا جان، مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمان کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی بن کر رہیں۔ باپ نے کہا ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ بس تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا۔ ابراہیمؑ نے کہا سلام ہے آپ کو، میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ آپ کو معاف کر دے، میرا رب مجھ پر بہت مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور اُن ہستیوں کو بھی جنہیں آپ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہیں۔ میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہ رہوں گا۔" (مریم ۔ ۴۱ تا ۴۸)

"اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرنا صرف اُس وعدے کی بنا پر تھا جو اُس نے اُس سے کیا تھا۔ مگر جب اس پر یہ بات کھل گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بری الذمہ ہو گیا۔" (التوبہ ۔ ۱۱۴)

"اِس سے پہلے ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی ہوشمندی بخشی تھی اور ہم اُس کو خوب جانتے تھے۔ یاد کرو وہ موقع جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیسی مورتیں ہیں جن کے تم لوگ گرویدہ ہو رہے ہو؟

انھوں نے جواب دیا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے۔ اس نے کہا تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے سامنے اپنے اصلی خیالات پیش کر رہا ہے یا مذاق کرتا ہے؟ اس نے کہا، نہیں، بلکہ تمہارا رب اصل میں وہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے، اور میں اس پر تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔ اور خدا کی قسم میں تمہاری غیر موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا۔ چنانچہ اس نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا تاکہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ (ان لوگوں نے آکر اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو) بولے کون تھا جس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ بڑا ہی کوئی ظالم تھا وہ۔ (بعض لوگ) کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا تو پکڑ لاؤ اسے سب کے سامنے تاکہ لوگ دیکھ لیں (کہ اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے)۔ (ابراہیمؑ کے آنے پر) لوگوں نے کہا، ابراہیم، کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ اس نے کہا بلکہ یہ ان کے اس سردار کا کیا دھرا ہے، انہی سے پوچھ لو اگر یہ کچھ بولتے ہیں۔ یہ بات سن کر وہ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور (اپنے دلوں میں) کہنے لگے کہ واقعی تم خود ہی ظالم ہو (کہ ان بے بس خداؤں کو پوج رہے ہو) پھر ان کی مت پلٹ گئی اور کہنے لگے کہ تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا اچھا، تو تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان — تُف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو۔ انھوں نے کہا جلا دو اس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔ ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیمؑ پر۔ وہ چاہتے تھے کہ ابراہیمؑ کے ساتھ برائی کریں مگر ہم نے انہی کو ناکام و نامراد کر دیا۔" (الانبیاء - ۵۱ تا ۷۰)

"اور انہیں ابراہیمؑ کا قصہ سناؤ۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ تم کن چیزوں کی عبادت کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا یہ کچھ بُت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں اور انہی کی سیوا میں ہم لگے رہتے ہیں۔ اس نے کہا کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ یا یہ تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا (یہ سب کچھ تو ہم نہیں جانتے) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) دیکھا بھی کہ یہ چیزیں جن

کیا جن کی بندگی تم اور تمہارے پچھلے باپ دادا بجالاتے رہے ہے۔ میرے تو یہ سب دشمن ہیں۔ بجز رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے، جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا، اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا میں وہ میری خطا معاف فرمائے گا۔" (الشعراء۔۶۹تا۸۲)۔

" اور ہم نے ابراہیمؑ کو بھیجا۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی بندگی کرو اور اسی سے ڈرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پوج رہے ہو وہ تو محض بت ہیں اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو۔ درحقیقت تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو اور اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔ ...... تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ قتل کر دو اسے یا جلا ڈالو اس کو۔ مگر اللہ نے اس کو آگ سے بچا لیا۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ایمان لانے والوں کے لیے۔ اور ابراہیمؑ نے کہا کہ تم لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو دنیا کی زندگی میں تو آپس کی محبت کا ذریعہ بنا لیا ہے مگر قیامت کے روز تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے، آگ تمہارا ٹھکانا ہوگی اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ پھر لوطؑ نے ابراہیمؑ کو مانا، اور ابراہیمؑ نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں، وہی زبردست اور حکیم ہے۔" (العنکبوت ۱۶ تا ۲۶)

" اور نوحؑ ہی کے طریقے پر چلنے والا ابراہیمؑ تھا۔ جب وہ اپنے رب کے حضور کھوٹ سے پاک دل لے کر آیا۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کن چیزوں کی عبادت تم کر رہے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبود چاہتے ہو؟ آخر رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟ پھر اس نے تاروں کی طرف ایک نگاہ ڈالی اور قوم کے لوگوں سے کہا، میری طبیعت خراب ہے۔ چنانچہ وہ لوگ (اسے چھوڑ کر اپنے میلے) میں چلے گئے۔ ان کے پیچھے وہ چپکے سے ان کے معبودوں کے مندر میں گھس گیا اور بولا " آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟ آپ کو کیا ہوگیا، بولتے بھی نہیں"؟ اس کے بعد وہ ان پر پل پڑا اور سیدھے

ہاتھ سے خوب ضربیں لگائیں۔ (واپس آکر قوم کے لوگ) بھاگے بھاگے اس کے پاس آئے۔ اس نے کہا کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور اُن چیزوں کو بھی جنھیں تم بناتے ہو۔ انہوں نے کہا اِس کے لیے ایک الاؤ تیار کرو اور اِسے دہکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔ انہوں نے اس کے خلاف ایک کارروائی کرنی چاہی تھی مگر ہم نے اُنہی کو نیچا دکھا دیا۔ اور ابراہیمؑ نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں (یعنی ہجرت کرتا ہوں) وہی میری رہنمائی کرے گا" (الصّٰفّٰت۔ ۸۳ تا ۹۹)۔

حضرت ابراہیمؑ کو ملک کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا کیونکہ وہ رب ہونے کا مدعی تھا اور آپؑ اللہ کے سوا کسی کو رب ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اُس سے ان کی جو گفتگو ہوئی اسے قرآن اس طرح نقل کرتا ہے:۔

"جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے تو اس نے کہا کہ زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا، اچھا تو اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو اسے مغرب سے نکال لا۔ یہ سن کر وہ کافر ششدر رہ گیا" (البقرہ۔ ۲۵۸)

اس طرح جب شرک کی مخالفت اور توحید کی دعوت کے باعث حضرت ابراہیمؑ کے لیے وطن کی سرزمین تنگ ہوگئی اور وہ اپنا ملک، اپنی قوم، اپنے خاندان، حتیٰ کہ اپنے باپ کو بھی چھوڑ کر ہجرت کے لیے نکل کھڑے ہوئے تو چلتے ہوئے انہوں نے اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والوں نے صاف صاف اپنی قوم سے کہہ دیا کہ:۔

"ہم تم سے اور تمہارے اِن معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو، قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لاؤ" (الممتحنہ۔۴)

اِس کے بعد قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ آکر جب اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی جگہ پر اِس خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو ہرگز اس لیے نہ تھی کہ اِسے بت خانہ اور مشرکین کا تیرتھ بنایا جائے اور یہاں غیر اللہ کی عبادت ہو اور غیر اللہ کے لیے قربانیاں کی جائیں۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ	اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیمؑ کے
الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّ	لیے اِس گھر (خانۂ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اِس
طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ	ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِي	شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے
النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى	والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں
كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ	کے لیے پاک رکھنا اور لوگوں کو حج کے لیے اذنِ
عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ	عام دے دینا کہ وہ تمہارے پاس ہر دُور دراز
يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ	مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تاکہ
مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ	وہ فائدے دیکھیں جو یہاں اُن کے لیے ہیں
بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۔	اور چند مقرر دنوں میں اُن جانوروں پر اللہ کا
(الحج: ۲۶ تا ۲۸)	نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں۔

نیز قرآن یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ مکّہ کی آبادی اور اپنی آئندہ نسل کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے جو دعا مانگی تھی وہ یہ تھی :-

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ	اے میرے رب، اِس شہر کو امن کا شہر
اجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ	بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اِس سے بچا کہ ہم
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ	بتوں کی پرستش کریں۔ اے میرے رب، اِن
النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ	بتوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہی میں ڈالا ہے۔
وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ	پس جو میری پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو
رَّحِيْمٌ ۝	میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو تو درگزر
(ابراهیم: ۳۵-۳۶)	کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی یہ مثال قریش اور مشرکین عرب کے مذہب کی کمر توڑ دینے والی تھی جس پر وہ بلبلا تو سکتے تھے، مگر اِس کا انکار نہ کر سکتے تھے، کیونکہ ان کے ہاں یہ بات مسلّم تھی کہ حضرت ابراہیمؑ مشرک و بت پرست نہ تھے، کعبہ انہوں نے صرف اللہ کی عبادت کے لیے بنایا تھا، شرک اُن کے بہت بعد اہلِ عرب میں شروع

ہُوا، اور ان کے ہاں کی روایات میں یہ بات محفوظ تھی کہ وہ کب شروع ہُوا اور کون سا بُت کب، کہاں سے، کون لایا۔ اسی لیے قرآن نے اُنکے پکارنے لوگوں کو دعوت دی کہ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۔ "پس یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کرو، اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا" (آل عمران۔ ۹۵)۔ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۔ "ابراہیمؑ سے نسبت رکھنے کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُس کے طریقے کی پیروی کی اور یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور اِس کے ماننے والے ہیں۔ اللہ ایمان لانے والوں ہی کا حامی و ناصر ہے" (آل عمران۔ ۶۸)۔

(باقی)